- ظاہر ہے کہ ان احادیث کی غرض احکام قتال کو بیان کرنا نہیں۔ نہ ہی کسی ایک شخص کے بیان پر ایسے احکام کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے جن کو خود قرآن کریم نے اس قدر وضاحت سے بیان کر دیا ہے زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس راوی کا ایسا خیال تھا جس بات کا انکار نہیں ہو سکتا وہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں حکم موجود ہے کہ دشمن صلح کی طرف مائل ہو تو تم بھی صلح کر لو ﴿وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ﴾ [الأنفال: 61] اور نبی ﷺ نے کفار کے ساتھ ایسے حالات میں صلح کی کہ نہ وہ خدائے واحد کے پرستار ہوئے اور نہ انہوں نے جزیہ دیا۔ مثلاً کئی مشرک قوموں کے ساتھ آپ کے معاہدات تھے حدیبیہ کے موقعہ پر آپ نے قریش کے ساتھ صلح کی حالانکہ خدائے واحد کے پرستار ہو جانا یا جزیہ دینا تو ایک طرف رہا انہوں نے نبی ﷺ کو اس سال حج تک نہ کرنے دیا پھر حضرت عمر کی اسلامی فوج کے ساتھ ساتھ عیسائی فوج تھی جو نہ خدائے واحد کے پرستار تھے نہ جزیہ دیتے تھے اور بھی کئی قوموں سے اس طرح پر صلح ہوئی پس اس حدیث میں جو یہ فقرہ ہے کہ ہمیں ہمارے نبی ﷺ نے یہ حکم دیا کہ جنگ کریں یہاں تک کہ تم خدائے واحد کی عبادت کرو یا جزیہ دو۔ اس اجمالی رنگ میں نہ بروئے تعلیم قرآن درست ٹھہرتا ہے نہ نبی ﷺ کے اپنے عمل سے نہ صحابہ کے عمل سے بات یہ ہے کہ ان احادیث میں کئی حصے ایسے آجاتے ہیں جن میں اجمال کے ساتھ کام لیا جاتا ہے فی الحقیقت اس حدیث کے راوی کا بھی یہ مطلب نہ تھا نہ وہ جنگ کے وجوہات بیان کر رہا تھا کہ تم مشرک ہو اس لیے ہم تمہارے ساتھ جنگ کرتے ہیں اور تم مسلمان ہو جاؤ گے تو ہم تمہارے ساتھ جنگ بند کر دیں گے بلکہ اس نے ان حالات میں جو اس وقت مسلمانوں اور ان کے دشمنوں میں پیدا ہو چکے تھے جنگ کے ختم کرنے کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ اب ہماری تمہاری جنگ دو طرح پر ختم ہو سکتی ہے یا تم بھی ہمارے بھائی بن جاؤ اور سارے کینے اور عداوتیں دلوں سے نکل جائیں اور یا شکست مان کر خراج دینا منظور کرو۔ اور ہر جنگ کرنے والے فریق کو حق ہے کہ وہ فریق ثانی کے سامنے یہ شرط پیش کرے کہ جب تک وہ اپنی شکست کو تسلیم نہیں کرے گا اس وقت تک جنگ بند نہ ہو گی اوپر گزر چکا ہے کہ خود ہرمزان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ جب تک کسریٰ کی طاقت توڑ نہ دی جائے گی اس وقت تک ایرانی مسلمانوں کو چین سے بیٹھنے نہ دیں گے۔ اس وقت ایران اور مسلمانوں کی جنگ کو شروع ہوئے دس سال کا عرصہ گزر چکا تھا اور حالانکہ حضرت عمر نہ چاہتے تھے کہ جنگ جاری رہے اور مزید ملک لیا جائے مگر ایرانیوں کا انتقام بڑھتا چلا جا رہا تھا اس لیے مسلمان سفیر جزیہ یا خراج کی شرط ان کے سامنے پیش کرتے تھے۔